قرآن حکیم اور اطاعتِ رسول ﷺ

تحریر: مفکر اسلام جناب مولانا محمد حنیف ندویؒ

قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں تشریع وقانون کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان تمام بنیادی مسائل کو بیان کیا گیا ہے جو انسانی زندگی کیلئے ضروری ہیں:

﴿ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء﴾ [النحل:۸۹] ''اور ہم نے آپؐ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر شے کی وضاحت ہے۔''

﴿وھو الذی أنزل الیکم الکتاب مفصلا﴾ [الانعام:۱۱۴] ''حالانکہ اس نے تمہاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی۔''

﴿کتاب أحکمت آیاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر﴾ [ہود:۱]

یہ کتاب وہ ہے جس کی آیتیں محکم ہیں اور اللہ حکیم وخبیر کی طرف سے یہ بالتفصیل بیان کردی گئی ہیں۔

آیئے ان آیات کی رو سے دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور اتباع کس درجہ ضروری ہے، اور آپؐ کے منصب یا فرائض کار میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں تا کہ ہر مسلمان صحیح خطوط پر اپنی دینی زندگی کے نقشے کو ترتیب دے سکے، قرآن حکیم کے مطالب ومعانی کو سمجھ سکے اور ان کو اپنی عملی زندگی میں سمو سکے......!! قرآن حکیم نے اس سلسلے میں دو انداز اختیار کیے ہیں۔ اکثر تو اپنی اطاعت کے ساتھ رسولؐ کی اطاعت و پیروی ہی کا ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دینی نقطہ نظر سے قرآن کے پہلو بہ پہلو، اسلام اور فقہ وتقنین کا دوسرا سرچشمہ یا مصدر ثانی جس سے ایمان وعمل کے تقاضے مکمل ہوتے ہیں، سنت رسولؐ ہے:

﴿قل أطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین﴾ [آل عمران:۳۲] ''کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم مانو، اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔'' ﴿وأطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون﴾ [آل عمران:۱۳۲] ''اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحمت کی جا سکے۔''

﴿یاأیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرّسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ذلک خیر وأحسن تأویلا﴾[النساء:۵۹] ''مومنو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف پیدا ہو تو اگر اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور رسولؐ کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔''

﴿وأطیعوا الله وأطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم فاعلموا أنما علی رسولنا البلاغ المبین﴾ [المائدہ:۹۲] ''اور اللہ کی فرمانبرداری، رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔ اگر منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے رسولؐ کے ذمہ تو صرف پیغام کو کھول کر پہنچا دینا ہے۔'' ﴿وأطیعوا الله ورسوله ان کنتم مؤمنین﴾ [الانفال:۱] ''اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر چلو۔''

﴿یاأیها الذین آمنوا أطیعوا الله ورسوله ولا تولوا عنه وأنتم تسمعون﴾ [الانفال:۲۰] ''ایمان دارو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو، اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم سن رہے ہو۔'' ﴿وأطیعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا﴾ [الانفال:۴۶] ''اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا، ایسا کرو گے تو بزدل ہو جاؤ گے۔'' ﴿قل أطیعوا الله وأطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیه ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوه تهتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین﴾ [النور:۵۴] ''کہہ دیجئے کہ اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر چلو، اگر منہ موڑو گے تو رسولؐ پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو ان کے ذمہ ہے اور تم پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پا لو گے اور رسولؐ کے ذمے تو صاف صاف احکام الٰہی کا پہنچا دینا ہے۔''

﴿یاأیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول ولا تبطلوا أعمالکم﴾ [محمد:۳۳] ''مومنو! اللہ کا ارشاد مانو اور پیغمبرؐ کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ

ہونے دو۔" ﴿وأطیعوا الله ورسوله والله خبیر بما تعملون﴾ [مجادلہ:۱۳] "اور اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔" ﴿وأطیعوا الله وأطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین﴾ [التغابن:۱۲] "اور اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو، اگر تم منہ پھیر لوگے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔"

یہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں دونوں کی اطاعت و پیروی کو یکساں طور سے ضروری ٹھہرایا گیا ہے، یعنی جو اسلوب، انداز اور پیرایۂ اظہار، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے اختیار کیا گیا ہے، بعینہٖ وہی نہج اور طریق اطاعت رسولؐ کی اہمیت کو واضح کرنے کیلئے اختیار کیا گیا ہے۔ اب ان آیات پر ایک نظر ڈالتے چلیے جن میں اطاعت رسولؐ کو مستقل بالذات اور منفرد دین کی اساس اور بنیاد قرار دیا گیا ہے:

﴿من یطع الرسول فقد أطاع الله﴾ [النساء:۸۰] "جو شخص رسولؐ کی پیروی کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی پیروی کی۔" ﴿وما أرسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله﴾ [النساء:۶۴] "اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔" ﴿قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور رحیم﴾ [آل عمران:۳۱] "لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

﴿فلیحذر الذین یخالفون عن أمره أن تصیبهم فتنة أویصیبهم عذاب ألیم﴾ [النور:۶۳] "تو جو لوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی آفت آپڑے یا تکلیف والا عذاب نازل ہو۔" ﴿فلا وربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی أنفسهم حرجًا مما قضیت ویسلموا تسلیمًا﴾ [النساء:۶۵] "آپؐ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپؐ کو منصف نہ بنائیں اور جو آپؐ فیصلہ کر دیں اس سے اپنے

دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔''

یہ آیات اپنے مفہوم ومعنی میں اس درجہ واضح ہیں کہ ہم نے ان کی تشریح وتفسیر کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، البتہ ان آیات سے جو نکات نکھر کر فکر ونظر کے سامنے آتے ہیں، ان پر ایک نظر ڈال لینا چاہیے:

۱۔ اطاعت رسولؐ، دین کی اتنی اہم اساس ہے کہ اس سے انکار کفر کا مستوجب ہے۔

۲۔ اللہ کے رسولؐ کی اطاعت رحمت الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

۳۔ کسی بھی فقہی و دینی مسئلے میں اختلاف رائے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۴۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے پیغام پر ایمان کے تقاضے اسی وقت پورے ہو سکتے ہیں، جبکہ حضورؐ کی اطاعت وفرمانبرداری کو حرز جان بنایا جائے۔

۵۔ اطاعت رسولؐ کی روح گردانی سے حبطِ اعمال کا اندیشہ ہے۔

۶۔ رسول ﷺ کی اطاعت، اللہ کی اطاعت کے مترادف ہے۔

۷۔ ہر پیغمبر اسی لئے مبعوث ہوا ہے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں۔

۸۔ محبت الٰہی صرف ایسی صورت میں حاصل ہوسکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات واعمال کی پیروی کیجائے۔

۹۔ جو لوگ آپؐ کی تعلیمات کی مخالفت میں سرگرم ہیں، ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

۱۰۔ ایمان اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک آنحضرت ﷺ کے احکام واوامر کو پورے اخلاص سے تسلیم نہ کیا جائے۔

رہا یہ سوال کہ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کے منصب اور فرائض کار کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو اس کو سمجھنے کیلئے نامناسب نہ ہوگا کہ پہلے تصور نبوت سے متعلق ان خیالات وافکار کا اختصار کے ساتھ ذکر کردیا جائے جو یکسر ملحدانہ اور غلط ہیں۔ درحقیقت اس موضوع میں اصل اشکال یہ ہے کہ نبوت کا مسئلہ خالص دینی ہے اور جب اس کو حل کرنے کیلئے عقل وخرد کی درماندگی پر اعتماد کیا جائے گا تو اس سے لازماً نبوت کی عظمت وحقیقت پر روشنی نہ پڑسکے گی اور نہ یہ بات واضح ہو سکے گی کہ انبیاءؑ کی تعلیمات میں، جو ایک طرح کا توافق اور ارتقاء وتسلسل پایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ جس طرح سائنس کے مسائل کو غیر سائنسی اصولوں کی روشنی میں حل نہیں کیا جاسکتا،

ٹھیک اسی طرح وہ مسائل جن کا تعلق خالصتاً دین سے ہے، ان کو غیر دینی وسائل و ذرائع کے بل بوتے پر حل کرنا ناممکن ہے۔لیکن اس کا کیا کیجئے! بعض لوگوں نے اس کے باوجود اسرار نبوت تک پہنچنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مثلاً کچھ لوگوں نے اسے کہانت کی ترقی یافتہ شکل قرار دیا، حالانکہ نبوت اور کہانت میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ جن لوگوں نے عربی ادبیات میں کاہنوں کے منقولہ اقوال کا مطالعہ کیا ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاں ارشادات انبیاء میں حکمت و دانائی اور رشد و ہدایت کے موتی ضوء فگن ہیں، گہرائی اور عمق ہے، وہاں کہانت میں ڈھلے ڈھلائے، بے معنی، اور سطحی جملوں کے سوا کوئی چیز پائی نہیں جاتی۔ کاہن کو انبیاء و رسل سے وہی نسبت حاصل ہے جو ذرہ کو آفتاب سے، ان کے اقوال میں نہ صحت و بصیرت کی کوئی جھلک ہے...... نہ زندگی کے مسائل سے متعلق کوئی پیغام و دعوت کا نظام پایا جاتا ہے، نہ اخلاق کو سنوارنے کی تعلیم ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے رشتہ عبودیت استوار کرنے کا کوئی طریق مذکور۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

بعض حضرات نے کہا کہ نبوت اس شدید احساس و تاثر کا نتیجہ ہے جو معاشرے میں فکر و نظر کی گمراہیوں کو دیکھ کر ایک ذہین اور حساس مصلح انسان کے دل میں ابھرتا ہے۔ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ معاشرے میں مروجہ برائیوں کے خلاف، اصلاح کا جذبہ بعض حضرات کو اس حد تک مجبور کر دیتا ہے کہ وہ ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن ان کیلئے کیا یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے کو فرستادہ تصور کرنے لگیں اور اپنے خیالات و افکار کو وحی تنزیل کا نتیجہ قرار دیں۔

نبوت کی ایک توجیہ نفسیات کے ماہرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک نوع کی ذہنی بیماری ہے۔اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص جو ذہنی و فکری لحاظ سے عدم توازن کا شکار ہے۔ متوازن و معقول اور قابل عمل نظام حیات پیش کر سکے، اعلیٰ اخلاقی و روحانی قدروں کو بیان کر سکے، تہذیب و تمدن کے سانچوں کو ترتیب دے سکے، اور ان تمام گتھیوں کو سلجھا سکے، جن سے معاشرہ دوچار ہے۔ یہی نہیں، خود بھی ایسی پاکیزہ اور بلند زندگی بسر کر سکے، جو دوسروں کیلئے نمونے کی حیثیت رکھتی ہو۔

نبوت کے بارے میں یہ ان لوگوں کی توجیہات تھیں جو ادیان کی صداقت اور سچائی پر یقین نہیں رکھتے اور محض ظن و تخمین کی بنا پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دینی ذہن رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوصف انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور اس مسئلے کی تہ تک نہیں پہنچ پائے۔ مثال کے طور پر بعض

حضرات کا یہ کہنا ہے کہ نبوت ولایت ہی کے اس مقام سے متعلق ایک حقیقت ہے جہاں پہنچ کر مجاہدہ وریاضت سے سالک کا قلب اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس پر وحی وتنزیل کی تجلیات کا انعکاس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نبوت اور ولایت میں جو فرق ہے وہ نوعیت کا نہیں، درجے کا ہے۔

ہمارے نزدیک نبوت کی یہ متصوفانہ تعبیر اس وجہ سے غلط ہے کہ قرآن حکیم سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو پاتا کہ منصب نبوت سے بہرہ مند ہونے سے پہلے ہر نبی نے سلوک ومعرفت کی وہ تمام منزلیں طے کی ہوں، جن کی صوفیاء نے نشان دہی کی ہے۔ مزید برآں اس سے عقیدہ ختم نبوت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت کسبی ہے وہبی نہیں۔ یعنی اگر آج بھی کوئی شخص تعلق باللہ کی اس منزل تک رسائی حاصل کرلے جس کو معرفت وسلوک کی اصطلاح میں آخری منزل کہا جاسکتا ہے تو وہ نبوت ورسالت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوسکتا ہے۔ حالانکہ کوئی بھی صحیح العقیدہ مسلمان اس کا قائل نہیں۔ نبوت وولایت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ نبی وحی وتنزیل کے ذریعے جن حقائق تک رسائی حاصل کرتا ہے وہ تمام تر معروضی ہوتے ہیں اور ولی کے قلب وذہن پر جو نقوش مرتسم ہوتے ہیں وہ موضوعی ہوتے ہیں اور ان کا تانا بانا، معاشرے کے حالات، اقدار اور تعلیم وتربیت کے اسلوب ونہج سے تیار ہوتا ہے، اور ان میں جو تھوڑی بہت معروضیت پائی جاتی ہے، وہ بھی صاف اور واضح نہیں ہوتی بلکہ تعبیر طلب ہوتی ہے۔ ان نقوش وتاثرات کو ہم کشوف تو کہہ سکتے ہیں، وحی نہیں۔ کشوف کی شرعی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ سالک کے ذاتی تجربات ہیں۔ لہٰذا ہر حال میں ان کی صحت کا معیار یہ ہے کہ آیا یہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے مطابق ہیں یا نہیں؟ جس طرح ایک مجتہد کا استدلال واستنباط صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی، اسی طرح کشوف میں بھی خطا وصواب دونوں کا امکان موجود ہے، بلکہ علامہ ابن تیمیہؒ کی زبان میں یہ کہنا چاہیے کہ کشف بھی ایک طرح کے اجتہاد ہی سے تعبیر ہے۔

دینی حلقوں میں ایک نہایت محدود اور بر خود غلط حلقہ ایسا بھی ہے جو نبوت ووحی کو اس سے زیادہ اہمیت دینے کیلئے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی تنزیل کیلئے کسی شخص کو منتخب کرلیتا ہے، تاکہ وہ اس کتاب کے متن اور الفاظ وحروف کو من وعن لوگوں تک پہنچادے، لیکن اس کے اقوال وتشریحات اور عمل وکردار کیلئے ضروری نہیں کہ وہ بھی وحی وتنزیل کا نتیجہ ہوں۔ لہٰذا حجت واستدلال کا جہاں تک تعلق ہے اس کا سرچشمہ صرف وہ کتاب ہوگی جو اس پر نازل ہوئی ہے۔ پیغمبر کا عمل اور ارشادات نہیں۔ ان کے نقطہ نظر سے پیغمبر کی حیثیت محض مبلغ اور شارح کی ہے، شارع کی نہیں۔ ان کے ہاں ہر دور کے اہل علم کو یہ حق ہے کہ وہ معاشرے کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنے طور پر کتاب اللہ کی تشریح کریں، شرع وتقنین کے سانچوں کو ڈھالیں۔ دین کی جزئیات اور تفصیلات کو متعین کریں، اور لوگوں کی رہنمائی کا فرض انجام دیں۔

نبوت و رسالت کا یہ گمراہ کن تصور دراصل اس مفروضے پر مبنی ہے کہ وحی الٰہی کا دائرہ صرف کتاب اللہ تک سمٹا ہوا ہے اور اس کی وسعتیں اور ضوفشانیاں نبیؐ کے اعمال اور ارشادات کو متاثر نہیں کر پاتیں۔ حالانکہ وحی ایسا عمل ہے جو پیغمبر کی پوری زندگی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے، اس لئے پیغمبر دینی حقائق کی تبیین و تشریح کے ضمن میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں، اس سے منشائے الٰہی کی پوری پوری ترجمانی ہوتی ہے، قرآن حکیم میں ہے:

﴿وما ینطق عن الھوی O ان ھو الا وحی یوحی﴾ [النجم:۳۔۴] ''اور وہ کوئی بات خواہش نفس سے منہ سے نہیں نکالتا، وہ تو وحی الٰہی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔''

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ﴾ [الاحزاب:۲۱] ''تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسولؐ کی متابعت کو دو مختلف اور متضاد خانوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف اظہار یا پرتو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کتب و صحائف کے ذریعے معاشرے کے مسائل کا حل نازل فرماتے ہیں اور رسولؐ اپنے عمل، کردار اور تشریحات سے وحی و تنزیل ہی کی روشنی میں ان کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ براہ راست وحی کو علماء کی اصطلاح میں وحی جلی کہا جاتا ہے اور اسی کی روشنی اور تاثیر کو وحی خفی...... اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر تو بھیجا گیا مگر اس پر کوئی متعین کتاب نہیں نازل کی گئی، لیکن اس کے باوجود اس کی پیروی کو ضروری ٹھہرایا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر کی ذات بجائے خود حجت و دلیل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے اپنے دور میں کتاب اللہ کی پیروی کے پہلو بہ پہلو اپنی پیروی کی بھی دعوت دی اور لوگوں سے کہا کہ اگر تم نجات اخروی کے طالب ہو تو ہمارے نقش قدم پر چلو۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا:

﴿ان أجری الا علی رب العالمین O فاتقوا اللہ وأطیعون﴾ [الشعراء:۱۰۹۔۱۱۰] ''میرا اصلہ تو اللہ رب العالمین ہی پر ہے، تو اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔''

حضرت ہودؑ نے کہا: ﴿انی لکم رسول أمین O فاتقوا اللہ وأطیعون﴾ [الشعراء:۱۲۵۔۱۲۶] ''میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔''

حضرت صالحؑ کا ارشاد ہے: ﴿فاتقوا اللہ وأطیعون﴾ [الشعراء:۱۴۴] ''سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔'' حضرت لوطؑ کا کہنا ہے: ﴿انی لکم رسول أمین﴾

[الشعراء:۱۲۶] ''سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔'' حضرت حضرت شعیبؑ نے اسی پیرایۂ بیان میں بن کے رہنے والوں سے فرمایا: ﴿انی لکم رسول أمین ○ فاتقوا الله وأطیعون﴾ [الشعراء:۱۷۸۔۱۷۹] ''میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔'' حضرت مسیحؑ نے ان الفاظ میں بنی اسرائیل کو اپنی بعثت کے مقصد سے آگاہ کیا: ﴿قد جئتکم بالحکمة ولأبین لکم بعض الذی تختلفون فیه فاتقوا الله وأطیعون﴾ [الزخرف:۶۳] ''میں تمہارے پاس دانائی لے کر آیا ہوں، نیز اس لئے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو، تم کو سمجھا دوں۔''

آیئے! اب یہ دیکھیں کہ ان توجیہات وتصورات کے مقابلے میں قرآن حکیم نے نبوت کا کیا تصور پیش کیا ہے؟ ہم پوری ذمہ داری سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم نے واضح اور غیر مبہم انداز میں اس حقیقت کی پردہ کشائی کی ہے کہ رسالت ونبوت کا تعلق یکسر فیضان ربوبیت سے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا ہے کہ عقل وخرد کی وادیوں میں بھٹکتا پھرے، بلکہ انبیاء ورسل کو بھیج کر اس کی رہنمائی کی ہے:

﴿قال ربنا الذی أعطی کل شیء خلقه ثم هدی﴾ [طٰہٰ:۵۰] ''(موسیٰؑ نے) کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔''

اس لئے کہ انسانی عقل وتجربہ بہر حال محدود وناقص ہے، اس میں یہ استعداد نہیں پائی جاتی کہ وحی و تنزیل کی روشنی سے بے نیاز رہ کر تہذیب وتمدن کی گتھیوں کو کامیابی سے سلجھا سکے اور اپنے لئے ایسی راہ عمل کا تعین کر سکے، جس پر گام فرسا ہو کر یہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریق رہا ہے کہ ہر دور میں تسلسل کے ساتھ ایسے اشخاص منتخب کر کے مبعوث فرمائے جو ذہنی، اخلاقی اور روحانی طور سے اس طرح کامل ہوں اور اس لائق ہوں کہ انسان کو ضلالت اور گمراہی کی پستیوں سے نکال کر رشد وہدایت کے فرازوں تک پہنچا سکیں، قرآن حکیم میں ہے: ﴿الله أعلم حیث یجعل رسالته﴾ [الأنعام:۱۲۴] ''اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کسے منصب نبوت سے نوازے۔''

نبوت ورسالت کی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں تاکہ یہ لوگ خیر وخوبی کے قافلوں کو آگے بڑھا سکیں اور شر وبرائی کے قلع قمع کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہو سکیں۔ اس مضمون کو قرآن نے

متعدد مقامات پر بیان کیا ہے، جس سے یہ بات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے کہ نبوت و رسالت کا تعلق اللہ کی تدبیر اور نظام ربوبیت سے ہے۔ انسانی ماحول، معاشرے، استعداد یا مجاہدہ و ریاضت سے نہیں۔

﴿كان الناس أمة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين و منذرين﴾ [البقرہ:۲۱۳] ''پہلے تو سب لوگوں کا ایک مذہب تھا لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے تو اللہ نے ان کی طرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبر بھیجے۔''

﴿لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولاً من أنفسهم﴾ [آل عمران:۱۶۴]

''اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں اور انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔''

اسی مفہوم کو ادا کرنے کیلئے انبیاء کیلئے رسل کا لفظ بھی استعمال کیا ہے: ﴿لقد أخذنا ميثاق بني اسرائيل وأرسلنا اليهم رسلا﴾ [المائدۃ:۷۰] ''ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر ارسال کیے۔''

آنحضرت ﷺ کے بارے میں خصوصیت سے ارشاد فرمایا: ﴿هو الذى أرسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و كفى بالله شهيدًا﴾ [الفتح:۲۸]

''وہی ذات تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے اور حق ظاہر کرنے کیلئے اللہ ہی کافی ہے۔''

اسی نظام ربوبیت کی آخری کڑی آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور آپؐ کے فرائض کار میں تین چیزیں داخل ہیں: (۱) تعلیم و تبلیغ (۲) تزکیہ (۳) تبیین

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ بیک وقت معلم و مبلغ بھی ہیں اور کتاب اللہ کے شارح اور مفسر بھی۔ تعلیم و تبلیغ سے مراد یہ ہے کہ آپؐ امت کو دین کے بنیادی حقائق سے آگاہ کریں۔ اس کے ذہنی افق کو بلند کریں اور فکر و نظر کی صلاحیتوں کو اس طرح جلا دیں کہ اللہ کی کائنات اور انسان سے متعلق امت ان تمام معلومات سے بہرہ مند ہو سکے، جس پر تہذیب و تمدن اور ارتقاء اور تعمیر منحصر ہے۔

تزکیہ سے یہ مقصود ہے کہ آپؐ اپنے روحانی فیوض اور اسوۂ حسنہ سے امت کے اخلاق و کردار کو سنواریں، ان میں انسانی فرائض کا احساس پیدا کریں۔ ہمدردی، محبت اور تعاون و خیر سگالی کے جذبات کی پرورش کریں اور

یہ بتائیں کہ انفرادی واجتماعی سطح پر تقویٰ، پرہیزگاری اور تعلق باللہ کی منزلوں کو کیونکر کامیابی سے طے کیا جاسکتا ہے؟

تبیین کے معنی یہ ہیں کہ قرآن حکیم میں فرائض واعمال کے بارے میں جو کچھ بھی مذکور ہے اس کی وضاحت اپنے قول وعمل سے کریں اور جہاں جہاں بھی تشریح طلب اوامر واحکام مذکور ہیں وہاں ان کی تشریح کریں اور امت کو پوری پوری تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمانوں پر شب وروز میں کتنی نمازیں فرض ہیں، قیام، رکوع اور سجود میں کیا پڑھنا چاہیے، مناسک حج کیا کیا ہیں، نکاح، طلاق اور بیوع یا معاملات سے متعلقہ آیات کا کیا مفہوم ہے......؟؟

رسول اللہ ﷺ کے منصب اور فرائض کار کے بارے میں ہم نے جو تجزیہ پیش کیا ہے اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے: ﴿کما أرسلنا فیکم رسولاً منکم یتلو علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمة ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون﴾ [البقرة:۱۵۱] ''منجملہ اور نعمتوں کے جس طرح ہم نے تم میں، تم ہی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔'' ﴿یاأیھا الرسول بلغ ماأنزل الیک من ربک﴾ [المائدة:٦٧] ''اے رسولؐ! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے سب کا سب پہنچا دیجئے۔'' ﴿یا أھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم کثیرًا مما کنتم تخفون من الکتاب﴾ [المائدة:۱۵] ''اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب الٰہی میں سے چھپا رکھتے تھے، وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کر بتا دیتے ہیں۔'' ﴿وأنزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون﴾ [النحل:۴۴] ''اور ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے تاکہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر کھول کر بیان کردیں اور تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔'' ﴿ثم ان علینا بیانه﴾ [القیامة:۱۹] ''پھر اس کے (یعنی قرآن) کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔''

قرآن حکیم نے جس طرح تصور نبوت ورسالت کو نکھارا اور بیان کیا اور جس انداز سے آنحضرت ﷺ کی اطاعت واتباع کو ضروری ٹھہرایا، اسی کا یہ نتیجہ اور فیض تھا کہ مسلمانوں نے ہر دور میں نہ صرف آپؐ کے نقوش قدم کی پیروی کی سعادت حاصل کی بلکہ ان نقوش کو اجاگر بھی کیا اور ان کی حفاظت وصیانت کا اہتمام بھی کیا۔